تاجدار اخوت

تقریر سیرت ۱۹۳۱ء

از

علامہ لارڈ ہیڈلے فاروق

تتمہ تقریر

از

قاضی عبدالمجید قریشی

دفتر منیجر اخبار ایمان - پٹی ضلع لاہور

www.aaiil.org

تحریک یوم النبیؐ

پیغمبر اسلام کی زندگی تمام نوع انسان کیلئے ایک مثال اور نمونہ ہو تحریک یوم النبی کا مقصد یہ ہے کہ یہ نمونۂ زندگی ہر ایک انسان کو دکھا دیا جائے۔ اس غرض کے لئے ۱۲ ربیع الاول کو ہر جگہ سیرۃ النبیؐ کے عنوان پر شاندار جلسے کئے جائیں اور کوشش کی جائے کہ غیر مسلم مقررین اور عوام ان جلسوں میں بکثرت شامل ہوں۔

جلسے ایک وقتی چیز ہیں۔ مستقل کام تقریر سیرت کی مفت تقسیم ہے۔ اس میں اسلام کی عزت و قبولیت کا راز پوشیدہ ہے۔ یہ عمل مسلمانوں اور غیر مسلموں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اطاعت کی طرف لے جانے والا ہے۔ مسلمانوں کو سمجھنا چاہئے کہ حضورؐ کی زندگی میں اصلاح حیات اور تزکیۂ روح کی اس قدر طاقت ہے کہ ہر وہ شخص جس کو آپ کی حیات پاک کے مطالعہ کا موقع ملے گا۔ یقیناً آپ کی سیرت سے متاثر ہوگا اور آپ کی عزت کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

اب ضرورت صرف یہ ہے کہ ہر امیر اور غریب مسلمان ۱۲ ربیع الاول کے مہینے میں تقریر سیرت کی مفت تقسیم کو اپنے اوپر لازم کرلے۔ کوئی شخص جتنے آدمیوں میں تقریر سیرت تقسیم کریگا اتنے ہی دلوں میں حضور کی عزت و محبت کا بیج بویا جائے گا۔

اس وقت تک تین تقریریں چھپ چکی ہیں۔ ایک پیغمبر اسلام جس میں حضورؐ کی اخلاقی خصوصیات کا ذکر ہے۔ دوسری ہادی عالم اس میں ولادت سے وفات تک کے مختصر حالات ہیں۔ تیسری تاجدار اخوت۔ یہ تقریر لارڈ ہیڈلے فاروق نے لکھی ہے اور خاص طور پر غیر مسلموں کے لئے لکھی ہے۔

یہ تینوں تقریریں متفرق طور پر اردو، انگریزی، ہندی، گورمکھی، تامل اور گجراتی زبانوں میں موجود ہیں اور انکی قیمت ۵۰ روپیہ فی ہزار (ایک روپیہ کی ۲۰ نسخے) علاوہ محصول ڈاک کے مقرر کی گئی ہے۔ جن اصحاب نے اب تک مفت تقسیم میں حصہ نہیں لیا۔ وہ براہ کرم جلد سے جلد توجہ فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغمبر اخوت

(از الحاج لارڈ ہیڈلے فاروق بالقابہ)

پچھلے سال کے خاتمہ پر مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ ہندوستان میں ایک خاص تحریک شروع کی گئی ہے تاکہ تمام اقوام عالم کو بتایا جائے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الہامی پیغام نے دنیا پر کیا کیا احسانات کئے ہیں، اس اطلاع کے ساتھ ہی مجھ سے درخواست کی گئی تھی کہ میں اس سال حضورؐ کی سیرت پر ایک تقریر قلم بند کروں، جو مختلف زبانوں میں شائع کی جائے؛

میں نے سیرۃ النبی کی متعدد کتابوں پر نظر کی ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ حضورؐ کی سیرت پاک کے متعلق اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ اب اس میں کسی نئی چیز کا اضافہ کرنا ناممکن ہے، میرے راستے میں ایک بڑی مشکل یہ بھی ہے کہ میں مشرقی زبانیں نہیں جانتا، اس واسطے میں نے مغربی زبانوں کی کتابوں سے جو کچھ پڑھا ہے، اسی پر میرا انحصار ہے؛

یہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں ہی کا فیض ہے کہ آدم کی اولاد، ہر زمانہ میں چشمۂ علم و حکمت سے سیراب ہوتی رہی ہے، حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا میں ایک خاص مقصد کے لئے تشریف لائے تھے اور وہ مقصد یہ تھا

کہ آپ قانون مُوسوی کی سختی کو نرم کردیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قدرے کاہل اور ناقابل عمل تعلیم میں مستعدی اور سرگرمی پیدا کردیں، کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر اس زمانے میں "دوسرا رخسارہ آگے کردینے" کے اصول پر عمل کیا جائے تو اس سے انسان تکلیف اُٹھائے گا اور فساد بڑھے گا، اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے دس احکام کا حال ہے، وہ ہماری بہترین بہبودی اور بھلائی کا باعث ہوسکتے ہیں بشرطیکہ کوئی شخص پوری احتیاط سے انھیں نظر کے سامنے رکھ لے۔ اور استقلال سے ان کی پابندی کرے، حضرت مسیح علیہ السلام کے قانون کی نرمی ظاہر ہے، آپ نے قانون بناتے وقت، نافرمان لوگوں کو سزا دینے کا خیال نظر انداز کردیا ہے، آپ کا مقصد محض یہ ہے کہ گنہ گاروں کو توبہ کی طرف بلائیں اور معافی کا یقین دلائیں، اس کے برخلاف حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم، صرف ایک وصف کے داعی نہیں ہیں، وہ معافی، رحمدلی، فیاضی اور جرأت و مردانگی کا سرچشمہ ہیں، آپ کو عدل اور سچائی کے ساتھ سب سے زیادہ پیار ہے؛

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا، میں دنیا میں معجزے دکھانے آیا ہوں، آپ کا مذہب، ایک بہت صاف اور سیدھا سادھا فطری قانون تھا، جس میں کوئی وہم و تشویش موجود نہ ہو، آپ تلقین فرماتے تھے کہ اگر زمانہ قدیم کے کئی بڑے لوگوں کا گمراہ کن اثر اور غلط مثال، دوسرے کم فہم لوگوں کو اصل راستے سے نہ ہٹاتی تو سبھی انسان، فطرت کے اس سیدھے سادھے مذہب پر چلا کرتے، اسی خیال کے پیش نظر آپ نے ابتدا ہی سے بپتسمہ اور اسی قسم کی دوسری رسموں کو سرے سے اُڑا دیا ہے، جن سے خود غرض پیشواؤں کی جماعت فائدہ اُٹھا سکتی تھی؛

حضور سرور عالمؐ کے نزدیک، مذہب کی مثال، ایک ایسے خودرو درخت کی ہے

کہ اگر فطرت آزاد اور بے لاگ ہو تو وہ قدرتی طور پر اس کی طرف راہ پا لیتی ہے' ایسا صاف اور بے تکلیف مذہب انسان کی ضرورت ہے' اور ایسی ضرورت ہے جس سے انسان نیکی کو پہچانتا ہے' بدی سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اور حقیقی معنوں میں اس زمین پر خدا کا نائب بن کر زندگی بسر کرتا ہے' انسان صرف اسی صورت میں ایک ادنیٰ حیوان بنتا ہے' جبکہ وہ اعلیٰ ترین اور بہترین اصولوں سے جان بوجھ کر منہ موڑ کے اور ادنیٰ اور بدترین راستوں کو اختیار کرے!

اسلام کس قدر صاف اور سیدھے راستے کی طرف انسان کو بلاتا ہے' قرآن کی چند آیات ملاحظہ ہوں:-

"اپنی توجہ کو سچے اور یکسو دین پر قائم کر دے' جو اللہ کی فطرت ہے اس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے' اللہ کی پیدائش میں کوئی تبدیلی نہیں' دراصل قائم اور ثابت دین یہی ہے' لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے" (۳۰-۳۰)

دوسری جگہ ارشاد فرمایا "یہ اللہ کا رنگ ہے' اللہ کے رنگ سے بہتر رنگ کون ہو سکتا ہے؟ ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں" (۲-۳۸)-

پھر فرمایا "ہم اللہ کی طرف سے آئے ہیں اور اسی کی طرف جانے والے ہیں" (۲-۱۵۶)

ان آیات سے ظاہر ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب تمام مخفی باتوں اور پر اسرار عقیدوں کی آمیزش سے پاک تھا' آپ کے نزدیک تمام انسان دراصل ایک ہی مذہب رکھتے تھے (جس کا نام آپ نے اسلام رکھا ہے) پھر ان میں اختلافات پیدا ہو گئے تو اُن کی رہنمائی کے لئے خدا نے نبیوں کو بھیجا تاکہ وہ انھیں سچائی کے راستے پر قائم کر دیں' انسانوں نے جو ایک دوسرے سے اختلاف کیا' وہ صرف حسد کی بنا پر تھا!

اب نمونۂ اسلام کے خط و خال پر نظر کرو' جو حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے

دنیا کے سامنے پیش فرمایا۔ لین پول کہتا ہے :-

"حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات میں لطافت ونزاکت کے ساتھ شجاعت و مردانگی کے فضائل کچھ اس طرح جمع تھے کہ اس بات کا ہر وقت اندیشہ ہے کہ جب آپ کے نکتہ چین آپ کو دیکھیں گے تو اُس عزت محبت کے جذبۂ بے اختیار میں جو ایسی نظرتیں انسان میں برانگیختہ کر دیا کرتی ہیں' بہ جائیں گے اور ڈر ہے کہ اُس حسن دلپذیر کے اثر سے ان کی آنکھیں چندھیا نہ جائیں' ایک وجود گرامی تن تنہا سالہا سال تک قوم کی نفرت وحقارت کا نشانہ بنا رہا' یہ وہی وجود تھا جو دوسروں کے ساتھ مصافحہ کرنے میں کبھی اپنے ہاتھ کو پہلے جدا نہ کرتا' جو کمسن بچوں کا محبوب تھا' وہ جب بھی اس معصوم گروہ کے پاس سے گزرتا' اُن پر شفقت کی نظر ڈالتا' خوبصورتی کے ساتھ مسکراتا اور اس وقت تک اُن کے پاس سے نہ گزرتا' جب تک چند مربیانہ الفاظ جو آپ کے بزرگانہ انداز بیان کی شیرینیوں سے لبریز ہوتے تھے' نہ کہہ لیتا!

پیغمبر اسلام کی بااخلاص دوستی' شریفانہ فیاضی' بے خوف شجاعت اور پُر از امید سیرت' ہر قسم کی نکتہ چینیوں سے بالاتر ہے اور انسان کو تعریف وتوصیف پر مجبور کرتی ہے' آپ کی سرگرمی کی شان بہت بلند تھی' یہ وہی شاندار سرگرمی تھی جو دنیوی زندگی کی فلاح کے لئے لازمی ہے اور انسانی زندگی کو تنزل سے روکتی ہے' سرگرمی عام طور پر حقیر سمجھی جاتی ہے کیونکہ وہ اکثر خود غرضیوں سے آلودہ ہو جاتی ہے اور اس طرح ایک بنجر زمین میں پڑ کر' کوئی نتیجہ پیدا نہیں کرتی' لیکن حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس سے بالکل الگ ہے' آپ سرگرم تھے اور دنیا کو بیدار کرنے کے لئے ایسی سرگرمی کی سخت ضرورت تھی' آپ کی سرگرمی اعلیٰ مقاصد کے لئے تھی' آپ خدائے واحد کے پیغمبر تھے اور آخر وقت تک'

آپ نے اپنی اِس منزلت کو فراموش نہیں کیا' آپ کا پیغام' آپکی زندگی کا مغز تھا' آپ یہ پیغام' قوم کو سناتے تھے' اور اس شان سے سناتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ آپ کو اپنے منصب و اعزاز کی بلندی کا علم ہے' اِس کے ساتھ ہی ایک نہایت ہی پر اثر انکسار بھی موجود ہوتا تھا اور اُس کا سرچشمہ اس خیال پر تھا کہ انسان ایک نہایت ہی کمزور ہستی ہے۔"

عربی مورخ نہایت ہی فخر اور محبت سے اُن جسمانی اور دماغی فضائل کا ذکر کرتے ہیں جو محمد ابن عبداللہ میں موجود تھے' بڑوں سے آپکی شائستگی اور ادب' غریبوں سے مروت اور مغروروں سے بے پرواہ رہنے نے آپ کو عام لوگوں کی عزت و تحسین کا مستحق بنا دیا تھا' آپ میں حکومت کرنے اور تحریک و ترغیب دلانے کی یکساں قابلیت تھی' دوست اور والد کی حیثیت سے آپ نے انسانی جذبات کی ایک بہترین مثال پیش کی ہے۔ لیکن جذبات دل کی اس نرمی اور نزاکت' اور خانگی اور معاشرتی فرائض کی ادائیگی کے باوجود آپ نے اپنے پیغمبری کے ممتاز لقب کو اپنی شان سے نیچے نہیں گرایا' مسلم مورخ لکھتے ہیں کہ خدا نے آپ کو زمین کے خزانوں کی کنجیاں دیں مگر آپ نے قبول نہ کیا۔

ایک عیسائی مورخ ریورنڈ باسورتھ سمتھ لکھتا ہے:۔

نیرنگیٔ اتفاق سے جو تاریخ میں اپنی مثال نہیں رکھتی' محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک وقت میں تین چیزوں کی بنیاد ڈالی ہے' قوم کی' سلطنت کی اور مذہب کی' اور ایک ایسا شخص ہو کر جو نہ لکھ سکتا تھا اور نہ پڑھ سکتا تھا' آپ نے دنیا کو ایک ایسی کتاب دی ہے' جو ایک وقت میں نظم بھی ہے' قانون بھی ہے کتاب الدعا بھی ہے اور بشارتوں کی مقدس کتاب بھی ہے' اور آج کے دن تک تمام نسل انسانی کا چھٹا حصہ اس کی طرز تحریر' سچائی اور معقولیت کو

ایک پارۂ اعجاز سمجھتا ہے' پیغمبر اسلام نے اسی ایک معجزے کا دعویٰ کیا تھا' اسے قائم اور دائم معجزہ قرار دیا تھا' اور یہ واقعی ایک معجزہ ہے۔

یورپین مورخوں نے پیغمبر اسلام کی زندگی کے کئی واقعات کو توڑ موڑ کر ادنیٰ درجہ کے مقاصد سے وابستہ کیا ہے' اور بقول لین پول چند واقعات کیے کر ایسے سنگین اتہامات لگائے ہیں جو بغیر بحث کے دفعہ نہیں کئے جا سکتے' آپ پر بے رحمی' خواہش نفس' جھوٹ اور خونریزی کا الزام لگایا گیا ہے (نعوذ باللہ من ذالک) لیکن وہ کہتا ہے کہ بے رحمی اور خونریزی کا اتہام قابل توجہ ہی نہیں ہے' اسیران بدر سے آپکا حسن سلوک' مدنی دشمنوں سے حلم اور بردباری' بے زبان جانوروں تک سے آپ کی ہمدردی' اور سب سے بڑھ کر مکہ معظمہ میں آپ کا پر امن داخلہ اور وہ معافی جو آپ نے اس موقعہ پر اپنے خونی دشمنوں کو دی جنہوں نے برابر اٹھارہ سال تک آپ سے ظلم اور بے عزتی کا سلوک کیا تھا اور پھر آخر میں کھلم کھلا جنگ وجدل تک نوبت پہنچائی تھی' اس امر کا ثبوت ہے کہ پیغمبر اسلام کی فطرت' بے رحمی کے اثر سے پاک تھی۔"

میں مسٹر لین پول کے بیان کی تصدیق میں' حضور کے غزوات کے متعلق ایک نقطہ کہنا چاہتا ہوں' مسلمان ۱۳ سال تک اہل مکہ کے ظلم وستم سہتے رہے' اور آخر مکہ سے ڈھائی سو میل دور جا کر مدینہ میں آباد ہو گئے' لیکن دشمن نے یہاں بھی اُن کا پیچھا نہ چھوڑا' وہ ایک ہی سال کے اندر اُن پر حملہ آور ہوئے اور اس سلسلے کی پہلی تین جنگیں جن مقامات پر ہوئیں' ان کے محل وقوع سے ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلام کی حیثیت کیا تھی؟ آپ حملہ آور تھے یا حملوں کے روکنے والے؟ پہلی لڑائی بدر پر ہوئی ہے جو مکہ سے ۲۲۰ میل اور مدینہ سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ دوسری جنگ احد پر ہوئی جو مدینہ سے ۱۲ میل دور ہے' تیسری جنگ مدینہ کے دروازے پر تھی' اور اہل مکہ

نے مدینے کا محاصرہ کر رکھا تھا گیا ان واقعات سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ پیغمبر اسلام کا طریق عمل مدافعانہ تھا، بہر حال ان لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں ایک حالت جنگ قائم ہوگئی، دونوں طرف سے مدافعانہ اور جارحانہ لڑائیاں ہوتی رہیں، یہاں تک کہ حضور غالب آگئے اور ایک فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ نے بغیر خون کے فتح حاصل کی اور اپنے دس ہزار جانی دشمنوں کو جو بالکل آپ کے رحم پر تھے، معاف کر کے فیاضی کی ایک شاندار مثال قائم کی اور تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔

انہی ایام کا ایسا ہی ایک اور عظیم ترین واقعہ ہے، اس وقت جبکہ سارا عرب آپ کے قدموں میں تھا، نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد اسقف اعظم کی سرکردگی میں آپ کے پاس آیا اور چند رعایات حاصل کیں، آپ نے انہیں جبراً اسلام میں داخل کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ حسب ذیل رعایات مرحمت فرمائیں۔

"ان کے عقیدے اور رسوم میں کوئی دخل نہ دیا جائیگا۔ ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ کوئی پادری اپنے منصب سے الگ نہ کیا جائے گا۔ وہ تمام بڑی اور چھوٹی باتیں جو انہیں پہلے سے حاصل ہیں، جاری رہیں گی، کوئی مورت یا صلیب تباہ نہ کی جائے گی، ان سے عشر وصول نہ کیا جائیگا، ان سے فوجوں کے لئے رسد نہ لی جائے گی۔"

یہ ہے وہ اعلیٰ مثال جو آپ نے اپنے ماتحت عیسائیوں کے ساتھ قائم کی اور حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے جو آپ کے جانشین تھے، اس کا اتباع کیا، اور اس کے بعد جہاں کہیں بھی اسلامی حکومت گئی، مسلم بادشاہ ہمیشہ انہی اصولوں پر عمل پیرا رہے۔

یہ طریق عمل، اس بردباری، رحمدلی اور شفقت و مہربانی کو ظاہر کرتا ہے

جو اسلام نے نوع انسان کے ساتھ روا رکھی اور جس کی پابندی پیغمبر اسلام نے اپنے فرمانبرداروں پر لازم قرار دی تھی اور یہی طریق عمل اس امر کی دلیل ہے کہ مسلمانوں نے اپنی زندگی میں "لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ" کے اصول پر کس کامیابی سے عمل کیا ہے؟

تتمہ تقریر سیرت

(از قریشی)

طباعت و اشاعت، پیغام رسانی اور سیر و سفر کی ایجادات نے زمین کے دُور دراز گوشوں میں بسنے والے انسانوں کی زندگی میں اس قدر وابستگی پیدا کر دی ہے کہ وہ ایک خاندان کے ممبر معلوم ہوتے ہیں، چند سال پہلے جن قوموں اور ملکوں کو ہم اپنے سے بالکل علیحدہ سمجھتے تھے، ان کی تعلیم و تجارت اور صنعت و زراعت کے مسائل اب بالکل ذاتی اور مقامی مسائل معلوم ہونے ہیں۔ ایسے زمانے میں نوع انسان کی مستقل خوشحالی اور ترقی کا انحصار اس پر ہے کہ دنیا کی تمام قوموں میں ایسی ہمدردی اور نیک اندیشی موجود ہو کہ گویا وہ ایک اچھے خاندان کے افراد ہیں یا ایک ترقی یافتہ شہر کے باشندے۔

لیکن حالت اس کے برخلاف ہے، وقت اور فاصلہ کے لحاظ سے، ہمارے جسم جس قدر ایک دوسرے سے قریب ہوتے ہیں اغراض اور مفاد کے اعتبار سے ہماری روحوں اور دلوں میں اسی قدر زیادہ اختلاف پڑ گیا ہے، اور اب انسان ایک ایسی روحی سائنس کا محتاج ہے جو اقوام عالم کے دلوں میں ان کے جسموں

کی طرح ایک سچی مواصلت پیدا کردے، یا یوں کہو کہ اب انسانی زندگی کا حقیقی مسئلہ یہ ہے کہ اقوام عالم میں ایسا روحانی اتحاد پیدا ہو جو انسانیت کے پر عناد اور جنگ آزما گروہوں کو ایک حقیقی برادری کی صورت میں تبدیل کردے۔

اسلام سے پہلے اقوام عالم کے تعلقات کی کیا حالت تھی؟ کسی کو یہ احساس نہ تھا کہ تمام اقوام عالم بہ حیثیت مجموعی ایک شئے ہے۔ خاندان، رنگ، نسل، وطنیت، حکومت، تعلیم اور مذہب ہر چیز ایک قوم کو دوسری سے جدا کر رہی تھی، یہودی اور عیسائی ایک میز پر بیٹھ کر کھانا نہ کھا سکتے تھے، شودر برہمن کی غلامی کے لئے پیدا ہوا تھا، عجمی عربوں کو اور عرب عجمیوں کو حقیر اور ناچیز سمجھتے تھے، عیسائی دنیا اپنے سوا کسی اور قوم کے وجود ہی کو تسلیم نہ کرتی تھی، آرین اپنے کروڑوں ہم وطنوں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ انھیں چھو لینے سے انسان ناپاک ہو جاتا ہے، دنیا کی بڑی بڑی قومیں اپنے ہی وطن، خاندان اور مذہب کو مقدس سمجھتی تھیں اور دوسری قوموں سے لڑتی تھیں، راہبوں اور استقفوں کی مرضی قانون کا درجہ رکھتی تھی اور برہمنوں کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ شودر کے کان میں وید کی آواز پہنچے۔

ہمارے زمانے میں انسانی دماغ کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ اقوام عالم کو ایک متحدہ اور مربوط اخوت کا لباس پہنایا جائے، علمبرداران تنظیم کہیں رنگ اور زبان کے نام پر اقوام عالم کو متحد کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہیں ذات اور نسل کے نام پر اور کہیں سلطنت اور وطن کے نام پر، مگر ایک مشترکہ برادری پیدا ہونے کی بجائے ہر جگہ وطنوں، نسلوں، زبانوں، سلطنتوں اور رنگوں کی جنگ شروع ہو رہی ہے، جمعیت الاقوام کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے ایسی بین الاقوامی ذہنیت پیدا ہو جس کی مدد سے ہم دوسری قوموں اور دوسرے ملکوں کے لوگوں کو سمجھ سکیں، لیکن دلوں کے ایک نہ ہونے کے باعث

یہاں بھی زبردست کمزوروں کو کھا جانے کی فکر میں ہیں، بعض لوگ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وطن، نسل اور زبان کی قسم کا کوئی مادی معیار انسانوں کی برادری کو اپنے آغوش میں جمع نہیں کر سکتا، اسلئے انہوں نے کئی "غیر مادی تخیل" پیدا کئے ہیں اور انسانیت، مزدوری، سوشلزم اور بالشوازم کے نام پر اقوام عالم کی تنظیم کے لئے کوشاں ہیں لیکن اِن کوششوں سے بھی موجودہ نظام معاشرت کے ایک حصے کا دوسرے حصے سے نفرت و عناد ہی ثابت ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے جس قدر نبی اس دنیا میں آئے، وہ سب اخوت انسانی کے داعی تھے لیکن چونکہ وہ خاص خاص قوموں کے لئے آئے تھے اور محدود وقتوں کے لئے آئے تھے، اس واسطے وہ بھی اقوام عالم کو اخوت عامہ کے راستے پر نہ ڈال سکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ترقی یافتہ دنیا کے نبی تھے لیکن ان کی دعوت بھی محدود تھی کہ میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ انہوں نے نوع انسان کے لئے اخوت عامہ کا کوئی ایسا سانچہ مہیا نہ کیا جس میں مختلف قوموں کے لوگ داخل ہوتے اور صحیح معنوں میں ایک متحدہ قوم بن جاتے، چنانچہ آج بھی یہ کرۂ ارضی ایک متحدہ عیسائی قومیت کے وجود سے خالی ہے، مسیحی دنیا جس چیز کا نام ہے وہ جدا جدا قومیتیں ہیں اور الگ الگ قومی اور وطنی حکومتیں ہیں، یہ حکومتیں قومی اور وطنی جنگوں سے نکلنا چاہتی ہیں اور بڑی بے قراری سے ایک متحدہ (یورپین) قومیت کی آرزو مند ہیں مگر کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اسلام اور اتحاد اقوام

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دنیا کے سب سے پہلے اور سب سے آخری عالمگیر نبی اور بین الاقوامی رسول ہیں، انسان کا قومی مذہب اسلام ہے

اور دنیا کا بین الاقوامی دستور اسلام ہے، ان دعووں کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل اسلام کا اپنا نظام ہے اور حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اخلاق کے وہ کارنامے ہیں جو ایک زندہ اور مشہود عمل کی صورت میں دنیا کے سامنے موجود ہیں۔

دیکھو! غیر مسلم دنیا صدیوں سے انسانی جمعیت کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو ایک متحدہ قومیت کے سانچے میں ڈھال رہی ہے اور ناکام ہے، مگر اسلام؟ اس نے کروڑوں آدمیوں کو اپنے آغوش میں لیا اور نسل و خون کی تفریق، ملک و مقام کے اختلاف، امیری و غریبی کے امتیاز، فاتح و مفتوح کے فرق اور زبانوں اور تمدنوں کے اختلاف کے باوجود، ایک قوم بنا دیا۔ اس کے آغوش میں تمام ملکوں و قوموں کے اکابر اور تمام قوموں اور مذہبوں کے پیرو نہایت ہی کثرت سے آئے اور ایک ہو گئے، ورقہ بن نوفل (عیسائی)، عثمان بن طلحہ (ابراہیمی)، عبداللہ بن سلام (یہودی)، بلال حبشی، صہیب رومی، سلمان پارسی، عداس نینوائی، قومیت و وطنیت اور مذہب کے اختلافات کے ساتھ آئے اور ریگ زار عرب کے حدود میں شامل ہو کر اسلامی قومیت میں اس طرح جذب ہو گئے کہ زندگی بھر تک ان کے اختلافوں نے اتحاد قومیت پر اثر نہ ڈالا۔ ہندوستان کے جینوں، ہندوؤں اچھوتوں اور برہمنوں میں ہزارہا سال کی یکجائی کے باوجود صحیح قومی روح پیدا نہ ہو سکی، مگر انہی اقوام کے افراد جب مسلمان ہو جاتے ہیں تو ذات پات کی تفریق اور چھوت چھات کے اختلاف کو مٹا کر ایک قوم بن جاتے ہیں، عرب ایران، افغانستان، مصر ہر جگہ یہی حالت ہے، اسلام جس ملک میں گیا ہے اس نے وہاں کی نسلی، لسانی اور وطنی قومیتوں کو دبا دیا ہے اور اپنی قومیت پیدا کی ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مسلمان آج زمین کے گوشے گوشے میں آباد ہیں،

ایک دوسرے کے حال سے بے خبر ہیں، اُن میں کوئی مادی اشتراک موجود نہیں ہے، تاہم اُن میں ہر جگہ وہ روح اتحاد موجود ہے جو ایک قوم کے افراد میں پائی جاتی ہے، اور یہ ایک ایسی الم نشرح حقیقت ہے جس سے کوئی باخبر آدمی انکار کی جرأت نہیں کرسکتا۔"

پروفیسر ہرگرونجے[۱] لکھتے ہیں:۔

"محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کسی نئے دین کے مدعی نہ تھے اور عیسائیت، اگرچہ اسلام سے پہلے ہی یونانیوں اور یہودیوں، وحشیوں اور سیتھیوں، غلام اور آزاد کی تفریق مٹا چکی تھی لیکن پیغمبر اسلام نے جس جمعیۃ الاقوام کی داغ بیل ڈالی، اس نے قوموں کے اتحاد اور انسانوں کی اخوت کو ایسی وسیع بنیادوں پر قائم کیا، جس سے دوسری اقوام کو شرمندہ ہونا چاہئے، آج سفید فام عیسائیوں کے گرجوں میں سیاہ فام عیسائیوں کا داخل ہونا ممنوع ہے، ایک عیسائی مشنری کا اس لئے مقاطعہ کیا جاتا ہے کہ وہ ایک حبشی عورت سے شادی کرلیتا ہے، لوگوں کو زندہ جلایا جاتا ہے اور اس قسم کی بے شمار چیزیں ہیں جو مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کی طرف منسوب کی جاتی ہیں اور اس سے عیسائی سوسائٹی کی پست حالت پر استدلال کیا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ جمعیۃ الاقوام کے تخیل کی طرف جس طریق پر مسلمان اقوام نے پیش قدمی کی ہے، اس سے بہتر مثال دوسری اقوام پیش نہیں کرسکتیں۔"

مسٹر ایچ، جی، ویلز[۲] فرماتے ہیں:۔

"اسلام نے خدا کی نظروں میں تمام بنی نوع انسان کی برابری اور مسلمانوں کی

[۱] دی مسلم ورلڈ آف ٹوڈے (مسئلہ نسل اور اسلام) [۲] آؤٹ لائن آف ہسٹری۔

اندرونی اخوت پر بلا لحاظ رنگ، نسل اور درجے کے بہت زور دیا ہے اور
یہ اصول اسلام کی طاقت اور قوت کا سرچشمہ ہے۔"
رینان کا یہ قول کس قدر اہم ہے[ؔ] :-
"اسلام ایک محیر العقول ولولہ انگیز طاقت ہے، جو لغت، جنسیت، وطنیت،
طبیعت اور مزاج کے اختلاف کے باوجود اپنے حلقہ بگوشوں کو ایک کر دیتی
ہے۔"
اِن اقتباسات سے بخوبی ثابت ہو گیا کہ اسلامی نظام ہی ایک ایسا نظام ہے جو مختلف قوموں کو ایک متحدہ قومیت کی شکل دیتے ہیں، ایک بہترین بین الاقوامی سانچہ ثابت ہوا ہے اور مسلمانوں کی قوم ہی ایک ایسی قوم ہے جو اس دنیا میں انسانی اخوت اور بین الاقوامی قومیت کی ایک بہترین مثال قرار پا سکتی ہے۔

اسلام کا دستور اخوت

اسلام کے تمام خط و خال بین الاقوامی ہیں اور اس کے احکام و عقائد میں ایک ایسی عالمگیری موجود ہے جو ہر قدم پر اقوام عالم کے لئے ایک متحدہ اخوت کا پیغام بن جاتی ہے۔

اسلام کا خدا، رب العالمین ہے، تمام اقوام عالم کو پالنے والا۔
اسلام کا رسول، رحمۃ للعالمین ہے، تمام اقوام عالم کے لئے رحمت۔
اسلام کی کتاب، ذکریٰ للعالمین ہے، تمام اقوام عالم کے لئے نصیحت۔
اسلام کا وطن، کوئی خاص قطعہ زمین نہیں بلکہ یہ ساری کائنات ہے ع
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

لـه سٹاڈرڈ۔ دی نیو ورلڈ آف اسلام، براؤن تاریخ ادبیات ایران جلد اوّل۔

اقوامِ عالم کا اسلام کی طرف کھنچے چلے آنا کوئی اتفاقی واقعہ نہیں یہ فطرت اسلام کی وسعت و جاذبیت کا نتیجہ ہے، اسلام کے دستور اخوت میں یہ حیرت انگیز قوت موجود ہے کہ وہ دوسروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ہمیشہ کے لئے اپنا بنا لیتی ہے، قرآن پاک میں صدہا آیات ایسی موجود ہیں، جن کے مطالعہ سے ایک شخص فی الفور اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اسلام کا دستور اخوت حسبِ ذیل اصولوں پر مبنی ہے:۔

۱۔ تمام انسانی دنیا ایک امت ہے۔ تمام انسان ایک فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں۔ تمام کائنات ایک قانون کے تابع ہے اور زمین و آسمان میں جو کچھ بنایا گیا ہے سب انسان کے فائدے اور خدمت کے لئے ہے۔ انسان کی فلاح کا راز یہ ہے کہ وہ قانون الٰہی کی اطاعت کرے۔ اطاعت و نافرمانی کی جزا سزا میں سب انسان برابر ہیں۔

۲۔ انسانی اختلافات کا ایک حصہ رنگ نسل، زبان وغیرہ، بالکل قدرتی ہے، یہ اختلاف قدرت خداوندی کا نشان ہے، ذاتیں اور قبیلے صرف ایک دوسرے کو پہچاننے کے لئے ہیں، اللہ کے نزدیک انسان کی بڑائی کا معیار تقویٰ ہے۔

۳۔ دنیا کی ہر ایک قوم میں خدا کے نبی آئے ہیں (وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَسُولٌ) یہ نبی ایک ہی جماعت کے افراد اور ایک ہی سلسلہ ہدایت کی مختلف کڑیاں تھے اور اصولی طور پر ایک ہی تعلیم لائے تھے۔

۴۔ تمام گذشتہ نبیوں اور کتابوں کا احترام کرنا اور ان کی صداقت پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۵۔ تمام مذاہب کے عبادتخانوں کا احترام و حفاظت کی جائے اور ان میں ہر قوم کو آزادانہ عبادت کا حق حاصل ہو۔

۶۔ اُن تمام کاموں میں جن کی بنیاد نیکی اور تقویٰ پر ہے، تمام انسانوں کو ایک دوسرے کی امداد کرنی چاہئے؛

۷۔ خدمت خلق، بہترین زندگی کا معیار ہے:۔

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ (حدیث)	تمام مخلوق، خدا کا کنبہ ہے، خدا کے نزدیک بہتر وہی ہے، جو اس کی مخلوق کے ساتھ بہتر سلوک کرے؛

۸۔ فقیر، مسکین، مسافر اور قرض دار کی فلاح اور غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ہر مسلمان کو لازمی طور پر اپنے ترقی کرنے والے مالوں کا چالیسواں حصہ ہر سال خرچ کرنا چاہئے؛

اسلامی اخوّت پر ایک نظر

یہ ہے اسلام کا دستور اخوت، آپ غور کریں کہ جو قوم خدا کی ربوبیت، رسول کی رحمت اور قرآن کی نصیحت میں تمام اقوام عالم کو شریک سمجھتی ہو، تمام ابنائے آدم کو اپنے ہم وطنوں کی طرح پیار کرتی ہو، منشائے قرآنی کے مطابق انسانی اخوت و مساوات کی قائل ہو، قوموں کے اختلاف کو الٰہی رواداری اور عالمگیر اخوت کی نظر سے دیکھتی ہو، تمام نبیوں، تمام کتابوں اور تمام مذاہب کے عبادت خانوں کی عزت کو جزو ایمان سمجھتی ہو، ہر ایک نیکی میں دوسروں کی امداد پر کمربستہ ہو، اور یہ سب اصول اس کی زندگی کا شعار ہوں، اس کے دستور کا جزو ہوں اور اس کے روزمرہ میں داخل ہوں، تو ان حالات میں دنیا کی کس قوم کو جرأت ہوگی کہ اس کے دائرہ محبت سے الگ ہو سکے؟ بہت سے لوگ اسلام کی اشاعت و فتوحات کی گرم جولانی پر تعجب کرتے ہیں، انھیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس قوم کی دماغی اور روحانی وسعتوں کا یہ عالم ہو، اگر وہ نصف

صدی میں نصف دنیا پر چھا گئی تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

اسلام کے دستور اخوت سے اس کی وسعت وقبولیت کا راز ظاہر ہے، دوسرے مذاہب نے اپنے اپنے وجود کو اس خیال پر قائم کیا ہے کہ اُن کے مخصوص مذہب کے سوا، باقی تمام مذاہب اور ان کے بزرگ، غلطی پر ہیں یا ناقابل توجہ ہیں۔ مگر اسلام نے اپنے وجود کو تمام نبیوں، تمام مذہبوں اور تمام آسمانی کتابوں کی صداقت کی تصدیق پر، جو وہ اپنے اندر رکھتے ہیں، قائم کیا ہے، ایک یہودی کہتا ہے "حضرت موسیٰ کے سوا سب کو چھوڑ دو" مگر ایک مسلمان کہتا ہے "حضرت محمدؐ کے ساتھ سب نبیوں اور سب کتابوں کو شامل کر لو اور ایک ہو جاؤ" اب ایک غیرت مند ہندو یا عیسائی کس کو قبول کریگا؟ ایک یہودی کو جو اس کے دل سے تاریخ اور مذہب کی تمام پہلی محبتوں کو نکالتا ہے، یا ایک مسلمان کو جو پہلی محبتوں کو قائم رکھتا ہے اور ان کے ساتھ ایک نئی محبت کو شامل کرتا ہے؟

پھر اسلام نے نبیوں کی تحقیق اور تشخیص کے معاملے کو بھی محدود نہیں کیا اور یہ نہیں کہا کہ سچے نبی صرف وہی ہیں جن کے ناموں کا ذکر قرآن میں آیا ہے، فرمایا "کوئی قوم ایسی نہیں گذری جس میں کوئی نبی نہ آیا ہو۔" ایک حدیث میں نبیوں کی تعداد ایک لاکھ ۲۴ ہزار بیان کی گئی ہے، اسلام نے اِن سب کی تصدیق اور احترام کو ضروری قرار دے کر اپنے دائرہ اتحاد کو خدا تعالےٰ کی تمام مخلوق تک وسیع کر دیا ہے اور اپنے احترام وحق پسندی اور اخوّت ورواداری کے بازوؤں کو اتنا پھیلا دیا ہے کہ دنیا کی تمام قومیں اور تمام مذاہب اس کے آغوش میں آ گئے ہیں۔

اسلام صرف مذہبی فرقہ بندی ہی کا مخالف نہیں بلکہ عام انسانیت میں بھی ہر قسم کی تفریق کا خواہ وہ کسی نام سے کی جائے، مخالف ہے، اسلام نہ صرف

تمام نوع انسان کو بلکہ تمام کائنات کو ایک ذات واحد کی حیثیت دیتا ہے اور بتلاتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک مشترکہ مقصد کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسی اصول پر وہ اپنے پیرووں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اُن تمام کاموں کی تکمیل میں جن کی بنا نیکی اور اتقا پر ہے، ایک دوسرے کی امداد کریں، اسلام دین اور دنیا کے فرق کو مٹاتا ہے، اسلام عورتوں اور غلاموں کو جن کی پست حالی عام انسانی ترقی کی راہ میں حائل ہے، مساوات کے حقوق دیتا ہے، اسلام میں پیدائشی مسلمان اور نومسلم کا درجہ بالکل برابر ہے، عنداللہ فرق ہے تو صرف تقویٰ کی کمی زیادتی کی بنا پر، اسلام نے کسی کو اچھوت قرار نہیں دیا، اسلام کسی حسب و نسب کا قائل نہیں ہے، نہ اس میں کالے اور گورے کی تفریق ہے نہ زبان اور خون کا امتیاز، وہ کہتا ہے کہ اللہ کے نزدیک وہی انسان زیادہ مکرم ہے جو زیادہ متقی ہو، قرآن کے نزدیک نذر، نیاز، جلوس اور قربانی کی چند رسموں کا نام دین نہیں بلکہ وہ فطرت اور انسانیت کی ایک ابدی سچائی ہے اور اس کے تمام احکام کا منشاء یہ ہے کہ ظلم و فساد اور تعصب و عناد کی ہر علیحدگی مٹ جائے اور آدم کی اولاد اتحاد و اخوت کی دنیا میں وہ بلند مرتبہ حاصل کرے، جہاں خدا کی توحید اور انسان کی وحدت کے سوا کوئی دوسری چیز موجود نہ ہو۔

اسلام اور اہل کتاب

اسلام کے دستور اخوت کی تشریح کے بعد دو سوال باقی رہ جاتے ہیں، ایک یہ کہ اسلام نے اُن اقوام کے ساتھ جو مسلمان نہیں ہوئیں، کیسے سلوک کی تعلیم دی ہے؟ دوسرے یہ کہ اسنے اپنی بین الاقوامی دعوت کی تبلیغ یا ایک مشترکہ برادری کے تخیل کو بروئے کار لانے میں اخوت کے اصول پر کہاں تک عمل کر کے دکھایا ہے؟

پیغمبر اسلام کے عیسائیت کے ساتھ تعلقات

ہمیں سب سے پہلے یہ بیان کرنا چاہئے کہ عیسائیت کے نبیوں اور کتابوں اور عیسائی سلطنتوں اور قوموں کے ساتھ پیغمبر اسلام کا سلوک کیا تھا؟

ہمارے عیسائی بھائیوں کے دل میں حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم و تکریم کے متعلق جس قدر جذبات اور آرزوئیں پیدا ہو سکتی ہیں، پیغمبر اسلام نے اُن سب کو نہائیت خوبی سے پورا کیا ہے' قرآن پاک میں جا بجا ان بزرگوں کا ذکر پاک موجود ہے؛ سورۂ آل عمران میں ہے'' مریمؑ کے پاس اللہ کے ملائکہ آئے اور کہا' اے مریم! تجھے اللہ نے قبولیت بخشی ہے' تجھے پاک کیا ہے' تجھے تمام اقوام عالم کی عورتوں میں فضیلت دی ہے ...... اے مریم! خدا تجکو ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے' جس کا نام مسیحؑ ہوگا' وہ دنیا اور آخرت دونو جہانوں میں عزت دار ہوگا' اللہ کا مقرب' ماں کی گود میں اور بڑا ہو کر لوگوں سے خطاب کرے گا' وہ اللہ کا نیک بندہ ہے ...... حضرت عیسیٰؑ کی مثال حضرت آدمؑ کے مشابہ ہے جسے خدا نے مٹی سے بنایا تھا' یہ خدا کی سچائی ہے' اسمیں شک نہ کرو''۔ دوسری جگہ فرمایا ''حضرت عیسیٰ اللہ کے رسول ہیں، اور ان کی ماں صدیقہ ہے''۔

عیسائی حکمران (نجاشی)، سے مسلمانوں کا سب سے پہلا واسطہ ہجرت حبشہ میں پڑا۔ نجاشی نے مسلمانوں سے نہایت اچھا سلوک کیا۔ اور جب حضرت جعفر طیارؓ نے اس کے سامنے حضرت مسیحؑ کے متعلق مسلمانوں کے جذبات پیش کئے۔ تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا:۔

'' خدا کی قسم! یہ قرآن اور انجیل تو ایک ہی نور کی دو کرنیں ہیں''

ﷺ میں حضرت دحیہ کلبی قیصر روم ہرقل کے پاس، نامۂ نبوی لے گئے، قیصر نے مخالفین اسلام کو دربار میں بلا کر محمد عربی صلعم کے متعلق تصدیق کی اور پھر سر دربار اپنی تحقیق کے نتائج کا اعلان کر دیا:۔

"اس میں نبیٔ موعود کی علامتیں پائی جاتی ہیں مجھے توقع ہے کہ وہ ایک دن شام اور بیت المقدس کا وارث ہوگا۔"

نجران میں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا جسے وہ حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے، اس کلیسا کے اوقاف کی آمدنی دولاکھ سالانہ تھی، حضورؐ نے ان کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو ابو حارث (لارڈ بشپ) اپنے مذہب کے ۶۰ اماموں کے ساتھ خود مدینہ میں آئے، حضورؐ نے ان کی سکونت کے لئے مسجد نبوی میں انتظام کیا، تھوڑی دیر بعد نماز کا وقت آیا تو آپ نے اجازت دی اور ان لوگوں نے مسجد نبوی میں مشرق کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی، اس جماعت کے زمانہ قیام میں سورۂ آل عمران کی ۸۰ آیتیں اتری تھیں، ان آیات میں مسلمانوں اور اہل کتاب کے تعلق کی بحث ہے، اسلام کی بین الاقوامی حیثیت کی تشریح ہے، یہود کے اتہامات کا رد ہے اور حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریم کی عظمت و شان کا اعتراف ہے، پھر اصولی طور پر دین عیسوی کی صداقت کو تسلیم کرنے کے بعد وہ معیار بیان کیا گیا ہے، جس سے آسمانی کتابوں کے ماننے والے سب کے سب جمع ہوکر ایک متحدہ برادری بن سکتے ہیں، اسلام کی اس دعوت اتحاد کے الفاظ حسب ذیل ہیں:—

"اے اہل کتاب! آؤ، ایک بات پر ہم سب متحد ہو جائیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور اپنے جیسے انسانوں کے لئے خدائی کا درجہ تجویز نہ کریں۔" (آل عمران)۔

عقیدہ توحید کی ہم آہنگی اسلام کے دائرہ اخوت کا مرکز ہے، اس بے لوث اور غیر فانی رشتے کا، وطن، خون، زبان اور حکومت کے فانی اور بے معنا درشتہ پل

سے مقابلہ کرو اور دیکھو کہ تمام دنیا کس کے سایہ میں دائمی پناہ لے سکتی ہے؟
استقف اعظم پر چند روز کی ملاقات کا اثر یہ تھا کہ اس نے اپنا فیصلہ حضرت محمدؐ کی رائے پر چھوڑ دیا' اس موقعہ پر پیغمبر اسلام نے عیسائیان نجران کو ایک سند[۵] عطا فرمائی جس کے بعض جملے حسب ذیل ہیں:-

۱- نجران والوں کو خدا اور محمد رسول اللہ کی حفاظت حاصل ہوگی؛

۲- انکی جان' مذہب' زمین اور جائداد کی حالت اور حقوق میں' وہ حاضر ہوں یا غائب' سردار ہوں یا رعیت' کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی؛

۳- جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے' بدلا نہیں جائیگا؛

۴- اُن پر گذشتہ زمانہ کے شبہات یا قتل کے مقدمات نہیں چلائے جائیں گے'

۵- وہ بے گار میں نہیں پکڑے جائیں گے؛

۶- اُن سے عشر وصول نہیں کیا جائیگا؛

۷- فوج ان کے علاقے سے عبور نہیں کرے گی؛

حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے اس حسن سلوک اور پر احترام برتاؤ نے جو آپ نے عیسائیت کے نبیوں' بادشاہوں' عالموں اور عام لوگوں سے روا رکھا' سب کے دل پر ایک اثر پیدا کیا' حبش' روم اور مصر کے عیسائی بادشاہوں نے آپ کے دعووں کا بے حد احترام کیا' آپکے مکتوبات کے جواب میں تحائف بھیجے' حبش کا بادشاہ نجاشی اور گورنر شام مسلمان ہوگئے' نجاشی نے مکتوب مبارک کے جواب میں جو عریضہ لکھا' اس کے بعض جملے یہ تھے:-

"اے اللہ کے نبی! آپ پر اللہ کی سلامتی' رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں' حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے' خدا کی قسم! اس میں ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں ہے آپ کی حیثیت ٹھیک ٹھیک وہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی'

[۵] فتوح البلدان بلاذری؛

اگر آپ ارشاد فرمائیں تو میں حاضر ہو جاؤں گا، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں، وہی حق ہے:

پیغمبر اسلام اور یہودی

اسلام کے خلوص اور احترام کو جو نسبت حضرت عیسیٰؑ اور انجیل کی عزت اور بڑائی سے ہے، وہی نسبت حضرت موسیٰ اور توریت کی عظمت و شان سے ہے، قرآن پاک میں نہایت کثرت سے توریت اور حضرت موسیٰؑ کا ذکر موجود ہے، حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کئی سنن میں حضرت موسیٰؑ کی موافقت فرمایا کرتے تھے۔ آپ جب مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو آتے ہی یہود سے حسن تعلقات کا عہد نامہ کیا اور نصرت داعتماد کے جذبات پیدا کرنے کی کوشش فرمائی، پھر اپنی طرف سے نقص عہد کی کوئی امکانی صورت نہیں پیدا ہونے دی، یہاں تک کہ یہود ہی نے کئی خطرناک صورتیں پیدا کر کے، مسلمانوں کو مجبور کر دیا کہ وہ اُن کا مقابلہ کریں:

گذشتہ بیانات سے اہل کتاب کے متعلق اسلام اور پیغمبر اسلام کی بہی خواہی اور نیک اندیشی ظاہر ہے، افسوس کہ بعد کے واقعات نے اس روح اتحاد کو نشوونما پانے کا موقعہ نہ دیا اور اسلام اور مسیحیت کے پیروؤں کی زبردست سیاسی کش مکش نے جو صدیوں تک قائم رہی، دونو جانب سوء ظن اور بے اعتمادی کی فضا پیدا کر دی، اسی سلسلے میں یورپ کے مذہبی حلقوں نے تعلیم اسلام کے متعلق بے شمار غلط فہمیاں پھیلائیں اور حالات کو اس قدر تاریک کر دیا کہ اہل یورپ برابر ایک ہزار سال تک اسلام کی روشن تعلیم کے نظارے سے محروم رہے، لیکن خدا کا شکر ہے کہ اب حق شناسوں کے سینے تحقیق و تنقید کے صیقل سے منور ہو رہے ہیں اور مسٹر سٹبر، گبن، کارلائل، گوئٹے، ڈریپر، ایچ۔ جی ویلز، ون وُڈ ریڈ، آرنلڈ ایسے مردان کار کی کوشش سے امید کا ڈوبا ہوا ستارہ چمکنے لگا اور وہ وقت قریب ہے جبکہ یہ عناد و انتشار میں ڈوبی

ہوئی دنیا آپ کی عظیم الشان شخصیت اور اسلامی اخوت کے بے لوث پیغام کو سمجھے گی یہ پہلا دن ہوگا جبکہ امن و اتحاد عالم کی تقدیر چمکے گی اور افق انسانیت پر ایک متحدہ قومیت کا ستارہ طلوع ہوگا۔

اسلام کی بین الاقوامی دعوت کی اشاعت

آپ دیکھ چکے ہیں کہ پیغمبر اسلام نے عیسائیت کے مذہبی جذبات اور سیاسی حقوق کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس سلوک کا عیسائیت کے علماء و سلاطین پر کیا اثر تھا؟ اس سلسلے کا دوسرا اہم سوال یہ تھا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم جس بین الاقوامی اخوت اور متحدہ انسانیت کے پیغام کو دنیا میں لائے، اس کی نشر و اشاعت کے لئے آپ نے کیا وسائل اختیار کئے؟ اس بارے میں قرآن کی تعلیم بالکل صاف تھی:۔

۱۔ لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۔ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔

۲۔ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ اُن سے بحث کرو خوبصورتی سے۔

۳۔ ہر ایک بستی میں خدا کا نبی آیا ہے، ان نبیوں کی عزت و تعلیم میں کوئی منافرت پیدا نہ کی جائے۔

یہ تینوں احکام اشاعت اسلام کی تلواریں ہیں جو عرب میں چلیں اور اس کے بعد اسلام کے تاجر اور مبلغ سماٹرا، جاوا اور چین جہاں جہاں گئے، وہاں چلیں اور کامیاب ہوئیں۔ پیغمبر اسلام کی تبلیغ کا حال دنیا پر ظاہر ہے، آپ نے ۱۳ سال تک مکہ میں تبلیغ کی۔ اقارب کو دعوت پر بلایا اور وہاں تبلیغ کی۔ حرم کعبہ میں تشریف لے گئے اور مجلس میں کھڑے ہو کر اپنے دلائل پیش فرمائے، فرداً فرداً لوگوں سے ملے اور انہیں سمجھایا۔ قبائل کے سامنے گئے اور انہیں وعظ سنائے، کفار اور مشرکین نے سختی کی، آپ نے اُسے جھیلا یہ سختی بڑھتی گئی، گالیاں، استہزا، بائیکاٹ، زد و کوب اور سازش قتل تک نوبت پہنچی، لیکن کسی مرحلے پر بھی مقابلہ و انتقام تو کیا؟ آپ نے تلخی اور اضطراب تک ظاہر

نہ کیا، بارہ سال تک آپ نے ہر دردناک ظلم کو برداشت کیا، اس کے بعد معاملہ حد سے بڑھ گیا، مکہ کی زمین تنگ ہوگئی اور تیرھویں سال آپ نے ہجرت کا فیصلہ کیا، وطن سے نکلتے وقت جائداد، سامان، مال، زیورات، اولاد جس چیز پر قریش نے مسلمانوں کو ٹوکا، انہوں نے بے ہرج نفس وہی چیز ان کے حوالے کردی اور خود مدینے کی طرف روانہ ہوگئے۔

مدینہ میں کئی قومیں آباد تھیں، پیغمبر اسلام نے یہاں پہنچ کر ان اقوام سے اخوت و مساوات کے اصول پر ایک معاہدہ کیا، معاہدہ کی شرائط سے ظاہر ہے کہ آپ نسل اور مذہب کی منافرت مٹا رہے ہیں، ایک بین الاقوامی اخوت اور متحدہ تہذیب و تمدن کا مواد فراہم کر رہے ہیں، معاہدے کے چند جملے یہ تھے "مسلمان اور یہودی اور دونو قوموں کے حلیف ایک قوم سمجھے جائینگے، وہ خیرخواہی، نیکی اور فائدہ رسانی میں ایک دوسرے کے مددگار رہیں گے، مظلوم کی امداد کریں گے، مدینہ میں کشت و خون کرنا حرام سمجھیں گے" ۔ ہجرت کے پہلے ہی سال، آپ نے اس عہدنامے کا مسودہ تیار فرمایا اور قریش، یہود اور دیگر اقوام کے اس پر دستخط کرائے، پھر وُدّان تک سفر کیا اور قبیلۂ بنی حمزہ کو اس میں شامل کیا، آپ نے ربیع الاوّل میں پھر دورہ کیا اور کوہ بواط کے قبائل کو اس میں شامل فرمایا۔ پھر ذی العشیرہ میں تشریف لے گئے اور بنو مدلج سے مدینہ تک کے تمام قبائل رشتہ اتحاد میں پروئے گئے۔

سفروں کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ ۲ ہجری میں قریش مکہ نے ایک ہزار لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کر دیا، اور اس جنگ کے بعد اس قدر پے در پے حملے کئے کہ توسیع اتحاد کا کام رک گیا، لیکن جنگ و جدل کی انتہائی مشغولیتوں میں بھی آپ کے دل کی تاریں برابر اتحاد و اخوت کے مرکز سے جڑی ہوئی تھیں اور آپ اظہار اتحاد و اخوت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ دیتے تھے۔ چنانچہ ۶ ہجری میں والی نجد نے مکہ میں اناج کی درآمد روک دی

اور اہل مکہ شدت قحط سے کلبلا اُٹھے، حضور کو اہل مکہ کی تکلیف کا حال معلوم ہوا تو والئ نجد سے سفارش فرمائی اور غلہ کی روک اُٹھوادی۔

سنہ۶ ہجری میں جبکہ مسلمانوں کی قوت اور جمعیت، قریش مکہ پر غالب آ رہی تھی، آپ نے زیارت کعبہ کے لئے مکہ کا سفر کیا، قریش نے روک دیا، اس موقعہ پر ذی اثر لوگوں نے تحریک کی کہ مسلمانوں اور قریش میں دس سال کے لئے صلح ہو جائے، مجوزہ صلح نامے کی ایک شرط یہ تھی:-

"اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو قریش کے مطالبہ پر مسلمان اسے واپس کر دیں گے، اگر کوئی شخص اسلام چھوڑ کر قریش کے پاس چلا جائے تو قریش واپس نہیں کریں گے۔"

یہ شرط بظاہر نہایت سخت اور نامنصفانہ تھی، اسلام کی اشاعت و ترقی اور مسلمانوں کی آزادی کے راستے میں بڑی روک تھی، اس نے اسلام کی برتری اور حفاظت کو خطرے میں ڈال دیا تھا، مسلمان جنہیں اپنی قوت کا احساس تھا، اس شرط کو توہین انگیز خیال کرتے تھے، لیکن چونکہ اس معاہدے سے جنگ کا سلسلہ ختم ہوتا تھا، اسواسطے پیغمبر اسلامؐ نے قیام اتحاد کو تمام تکلیفوں پر ترجیح دی اور بڑی خوشی سے معاہدے پر دستخط کر دیئے اور اتحاد اقوام کا وہ کام جو مدینہ میں شروع کیا گیا تھا اور جنگوں کے باعث رُک گیا تھا، نہائت ہی اطمینان سے پھر شروع فرمایا۔

سنہ۷ ہجری میں صلح حدیبیہ ہوئی اور اس کے چند ہی ماہ بعد آپ نے مختلف مذاہب اور مختلف ممالک کے بادشاہوں کو خاص سفیروں کے ہاتھ دعوت اسلام کے مکتوبات بھیجے اور تمام اقوام عالم کو من حیث القوم اسلام کی دعوت دی عیسائی بادشاہوں کے خطوط میں حسب ذیل آیت جو اسلام کی بین الاقوامی دعوت کا سنگ بنیاد

ہے، ضرور درج تھی:۔

یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا	اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات پر اتفاق کریں جو ہمارے اور تمہارے (دین) میں مساوی ہے یعنی یہ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، کسی چیز کو اس کا

شریک نہ ٹھہرائیں۔

نجاشی والے مکتوب میں، خدا کی تعریف کے بعد درج تھا:۔

"عیسیٰ ابن مریم اللہ کی مخلوق اور اُس کا حکم ہیں، جو پاک دامن، پاکباز اور بے لوث مریم کی طرف اس نے بھیجا، وہ اس سے حاملہ ہوگئیں، عیسیٰؑ کو خدا نے اپنے روح اور حکم سے اسی طرح پیدا کیا ہے، جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ اور حکم سے پیدا کیا ہے۔"

خسرو پرویز شاہنشاہ ایران کے مکتوب میں لکھا تھا:۔

"میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں، میں تمام اولادِ آدم کی طرف اللہ کا رسول ہوں تاکہ جو کوئی زندہ ہے، اسے خدا سے ڈراؤں اور انکار کرنے والوں پر خدا کا حکم پورا ہو، تُو مسلمان ہو جا تُو سلامت رہے گا، ورنہ تمام مجوس قوم کا گناہ تجھ پر ہوگا۔"

ان دعوت ناموں کا سلاطین عالم پر بے حد اثر ہوا، عزیزِ مصر نے آپ کے مکتوب کی نہایت تکریم کی اور تحائف بھیجے، حبش، بحرین، عمان، نجد، غسان، دومۃ الجندل اور یمن کے سلاطین، حضورؐ کی تحریک سے مسلمان ہوگئے، قبیلہ حِمیر کا بادشاہ خدا کہلاتا تھا جب مسلمان ہوا، ایک ہی دن میں اٹھارہ ہزار غلاموں کی بیڑیاں کاٹ دیں۔

اب عرب کے چپے چپے پر قبولیت اسلام کے چشمے بہ گئے اور بیسیوں قبائل نے اپنے وفود بھیجے، صدہا قبائل نے جو صدیوں سے مصروف جنگ تھے، تلواریں پھینک دیں اور ایک دوسرے سے بغلگیر ہوگئے۔

یہ ہیں وہ پرامن اور عظیم الشان وسائل عمل، جو پیغمبر اسلام نے اسلام کی بین الاقوامی

دعوت کی تبلیغ کے لئے اختیار فرمائے اور جن کی کامیابی کے وصف میں تاریخ نبوت کا ہر ایک ورق، ستاروں کی طرح جگمگا رہا ہے:

پیغمبرؐ اسلام اور تلوار

اب صرف یہ بتانا باقی ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے قرون اولیٰ میں جو جنگیں کیں، اُن کا مقصد کیا تھا؟ ہم بیان کر آئے ہیں کہ حضور سرور عالمؐ مدینہ اور نواح مدینہ کے قبائل کو صلح کلی کے رشتے میں پرو رہے تھے کہ اہل مکہ نے ایک ہزار فوج کے ساتھ مسلمانو پر حملہ کیا، اسلام بائیں گال سامنے کر دینے کا قائل نہیں ہے، اس حملے کے وقت ضروری ہوگیا کہ تلوار اُٹھائی جائے۔ لیکن تلوار کو بے نیام کرنے سے پہلے آپ نے اس مستقل اصول کا اعلان فرمایا، جس کے لئے آپ تلوار نکال رہے تھے، یہ اعلان سورۂ حج میں موجود ہے اور جہاد کا پہلا حکم ہے۔ اس حکم میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں نے کن مقاصد کے لئے جماعت مفسدین کے خلاف تلوار اُٹھائی؟

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (۲) الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ (۳) وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا

(حج، ع ۶)

مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت دی جاتی ہے، کیونکہ اُن پر ظلم ہوا ہے اور بے شک! خدا ان کی مدد پہ قادر ہے (۲) یہ لوگ ناانصافی کے ساتھ اپنے وطن سے نکالے گئے ہیں، محض اسلئے کہ یہ خدا کو اپنا رب کہتے ہیں (۳) اگر خدا اب بھی ایک جماعت کو دوسری جماعت کے ذریعہ سے نہ روکے تو ضرور عیسائیوں کے گرجا، یہودیوں کے عبادت خانے، ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں نہایت کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے، گرا دی جاتیں:

یہ اعلان اس وقت کا ہے جبکہ پہلی مرتبہ محمد عربیؐ نے مجبور ہو کر تلوار نیام سے نکالی، ۸ھ ہجری میں مکہ فتح ہوا اور زمانۂ نبوی کی جنگوں کا سلسلہ ختم ہوگیا، اس تقریب پر دوستوں اور دشمنوں کو حرم کعبہ میں جمع کیا گیا تاکہ وہ تمام لوگ جو بدر کے میدان میں تیغ اسلام کی نقاب کشائی کا خطبہ سن چکے تھے، اب اس کی فتحمندی کا اعلان بھی سن لیں، حضرت رحمۃ للعالمین منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا:-

"آج زمانۂ جاہلیت کے تمام غرور، تمام انتقام اور تمام خونبہا میرے قدموں کے نیچے ہیں، اے قریش! خدا نے تمہاری جاہلیت کا غرور اور نسب کی بڑائی پامال کر دی ہے، سن رکھو کہ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنا ہے"۔

پھر فرمایا: "لوگو! خدا نے تمہیں ایک مرد و عورت سے پیدا کیا ہے، ذاتوں اور قبیلوں میں بڑائی نہیں ہے، یہ تو صرف اسلئے بنائے گئے تاکہ شناخت میں آسانی ہو، بڑائی کا معیار تقویٰ ہے"۔

پھر آپ اُن لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جنہوں نے برابر ۱۲ سال تک مسلمانوں کو ستایا تھا، گھروں سے نکالا تھا، قتل کیا تھا اور ان کی تباہی کے لئے حبش، نجد اور شام تک کے سفر کئے تھے، اور فرمایا "لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، اِذْهَبُوا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَا" (آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ، تم آزاد ہو)۔

جہاد کے اولین حکم کا فتح مکہ کے خطبے سے مقابلہ کرو، حقیقت خود بخود بے نقاب ہو جائے گی، پہلی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ محمد عربیؐ کی تلوار جو آپ نے جماعت مفسدین کی ظالمانہ سرگرمیوں کو نیچا دکھانے کے لئے اُٹھائی، صرف حفظ ذات کی تلوار نہ تھی بلکہ تمام قوموں، تمام مذہبوں، تمام مندروں، گرجاؤں اور مسجدوں کی حفاظت کی تلوار تھی، اور اقوام و ادیان کے رشتوں کو توڑنے والی نہیں بلکہ جوڑنے والی تھی، اور اس کا بڑا مقصد یہ تھا کہ عرب سے خانہ جنگی کو ختم کر دیا جائے اور ایک ایسی منظم اور پُر امن حکومت

قائم کی جائے جسکے سایہ میں تمام اقوام کو عزت و آزادی کی زندگی مل سکے، فتح مکہ کا اعلان اس دعویٰ کا ایک ثبوت ہے اور مسلمانوں کے غالب آجانے کے بعد تمام قوموں کے افراد اور تمام مذاہب کے پیروؤں نے جو اسلام کے زیر سایہ عزت اور حفاظت کی زندگی پائی، وہ اس کی دوسری دلیل ہے،

حضرت رحمۃ للعالمین نے اقوام عالم کے سامنے فتح مکہ کے دن اخوت انسانی کا جو نمونہ پیش کیا، دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ کا نبی ۱۳ سال تک سخت سے سخت تکلیفیں اٹھانے کے بعد مکہ سے نکلتا ہے اور مدینہ میں پہنچتا ہے، قریش مکہ صدہا میل کی مسافت طے کر دینے پر بھی اسکو اور اسکے دوستوں کو معاف نہیں کرتے، وہ برابر سات سال تک قریش کی مخالفتوں، سازشوں اور تلواروں کا آماجگاہ بنا رہتا ہے، آخر کار جب فاتح ہو کر اس شہر میں دوبارہ داخل ہوتا ہے تو اس کا قلب پرانے رنجوں سے بالکل پاک ہوتا ہے، اسکے دماغ سے قدیم عداوتوں کے اثرات یک بیک محو ہو جاتے ہیں، وہ انتقام و ایذا کی بجائے سب کے لئے امن و آسودگی اور عزت و احسان کے دروازے کھول دیتا ہے اور بہ آواز بلند اعلان کرتا ہے، اَلْیَوْمُ یَوْمُ الْبِرِّ وَالْوَفَا، آج نیکی، عزت اور احسان کا دن ہے، کیا اس کریم النفس انسان کے لئے دنیا کے پاس رحمۃ للعالمین کے سوا کوئی اور لقب بھی ہو سکتا ہے؟

محمد عربی ؐ کی خطا پوشیوں کی کیفیت بھی عجیب ہے، سراقہ بن جعشم نے ہجرت کے دن آپ پر پے در پے تلوار کے وار کئے، فتح مکہ کے دن گرفتار ہو کر سامنے آیا، فرمایا، معاف کیا۔ وحشی نے جنگ احد میں آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کو قتل کیا، فتح مکہ کے مجرموں میں وحشی بھی موجود تھا، فرمایا، معاف کیا۔ ہبار نے آپ کی بیٹی زینب کی کمر میں نیزہ مارا، ان کا حمل ساقط ہو گیا اور خود بھی اس صدمے سے چل بسیں، لوگ ہبار کو پکڑ کر سامنے لائے، فرمایا، معاف کیا، کیا ان واقعات کے بعد بھی کوئی شخص

تیغ اسلام کی راستیٔ مقاصد میں شبہ کر سکتا ہے؟

زمانہ نبوی کے چھوٹے بڑے جنگوں کا اندازہ ۸۰ ہے، ان جنگوں میں اسیروں کی اوسط ۷ ہے اور مقتولوں کی اوسط ۱۳ ہے، اس تعداد کا زمانۂ جاہلیت اور دورۂ تہذیب کی جنگوں سے مقابلہ کرو، تم پکار اٹھو گے کہ نبی اُمی کا ایسی معمولی اور حقیر جنگوں اور قربانیوں کے بعد عرب ایسے ملک میں، جہاں وحشت و درندگی اور قبائل کی نا اتفاقیوں کے باعث ہر وقت کشت و خون کا بازار گرم رہتا تھا، ایک منظم اور پُر امن حکومت قائم کر دینا ایک اعجاز ہے اور ایسا اعجاز ہے جس کی مثال ممکن نہیں ہے!

جنگ بدر کے ۷۲ قیدیوں میں سے ۷۰ کو فدیہ لے کر آزاد کیا گیا، غزوہ بنو المصطلق کے ایک سو قیدی بلا معاوضہ آزاد کئے گئے، کوہ تنعیم کے ۸۰ حملہ آور قید ہو کر بارگاہ نبوت میں لائے گئے، آپ نے بلا شرط اور بلا جرمانہ سب کو معاف فرما دیا، جنگ حنین میں کئی ہزار قیدیوں کو بلا کسی شرط و جرمانہ کے آزادی ہی نہیں دی بلکہ اکثر اسیروں کو آپ نے خلعت و انعام دیکر رخصت فرمایا، درانحالیکہ عرب کا دستور یہ تھا کہ تمام قیدی تلوار یا آگ سے ہلاک کر دیئے جائیں، بدر کے بہت سے اسیروں کے بیانات موجود ہیں کہ اہل مدینہ اپنے بچوں سے بڑھ کر ان کی آسائش کا اہتمام کرتے تھے، ابو عزیز کا بیان ہے کہ "میں مصعب بن عمیر کے ہاں قید تھا، آپ دونوں وقت کھانا لاتے اور جب روٹی میرے سامنے رکھتے اور خود کھجوریں کھاتے تو فرط شرم سے میری گردن جھک جاتی، میں ان کے ہاتھ میں روٹی دینا مگر وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور واپس کر دیتے"۔

یہ مشفقانہ برتاؤ اور رحیمانہ سلوک جو حضرت رحمۃ للعالمین نے جنگ کے قیدیوں سے کیا، اسلام کے دشمنوں، مسلمانوں کے قاتلوں، حملہ کرنے اور تلوار اٹھانے والوں

لہ اس میں وہ لوگ شامل نہیں ہیں، جنہیں پکڑا گیا اور بے شرط و معاوضہ کے یونہی رہا کر دیا گیا

گیا، کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی انسان بھی اس کے لئے غیر نہ تھا، لوگ اسکے دشمن ہوں گے لیکن وہ کسی کا دشمن نہ تھا، ہاں جس کی دشمنی اور جنگ میں بہ ہمدردی اور حلاوت موجود ہو، اس کی دوستی اور دوستی کی شیرینیاں، اس کی صلح اور صلح کی لذتیں، کس کے تصور میں آسکتی ہیں؟

ذمیوں کے حقوق

اب صرف یہ بتانا باقی ہے کہ اسلام نے اپنی رعیت کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ قیام مدینہ کے پہلے سالوں میں اسلام کو حکومت کی حیثیت حاصل نہ تھی، لیکن فتح مکہ کے بعد بحرین، عمان، عدن اور یمن وغیرہ مفتوح ہوئے۔ جہاں مسلمانوں کو پہلی دفعہ یہود، پارسی، عیسائی اقوام کے ساتھ بہ حیثیت رعایا، تعلقات قائم کرنے کا موقعہ ملا، جن قوموں نے اسلام کی ماتحتی قبول کی، حضور سرورِ عالم نے ان کے ہر بالغ، صاحب استطاعت مرد پر ایک دینار سالانہ جزیہ مقرر فرمایا، اور اس کے ساتھ ہی اگر ان حقوق کی تفصیل معلوم کی جائے، جو حضور نے اپنے معاہدوں میں وقتاً فوقتاً ذمیوں کو عطا فرمائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں حسب ذیل امور شامل تھے:۔

۱۔ ان کو فوجی خدمت دینا معاف ہوگا۔

۲۔ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمان ان کی طرف سے مدافعت کرنے کے ذمہ دار ہوں گے۔

۳۔ ان کو زبردستی اپنے مذہب سے برگشتہ نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ جزیہ لینے کے لئے محصل خود ان کے پاس جائے گا۔

۵۔ ان کی جان اور مال کی حفاظت مسلمانوں پر فرض ہوگی۔

۶۔ ان کے کاروان اور قافلے محفوظ رہیں گے۔

۷۔ ان کی زمین اور دوسری مملوکات ان کے قبضے میں رہیں گی۔

۸۔ ان کے پادری عہدوں سے برطرف نہ کئے جائیں گے؛
۹۔ صلیبوں اور بتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا؛
۱۰۔ اُن سے عشر وصول نہیں کیا جائے گا۔ جو مسلمان ادا کرتے ہیں؛
۱۱۔ فوج ان کے ملک کو عبور نہ کرے گی؛
۱۲۔ ان کو اپنے عقائد سے زبردستی منحرف کرنے کی کوشش نہ کی جائے گی؛
۱۳۔ ان کے حقوق زائل نہ ہوں گے؛

تاریخ گواہ ہے کہ ان امور کی تعمیل و تکمیل میں دنیائے اسلام نے ہمیشہ اہتمام کیا ہے۔ ذمیوں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی رواداری عدیم المثال ہے، حضرت علیؓ کا قول ہے کہ "جو لوگ ذمی ہیں، اُن کا خون ہمارا خون ہے اور اُن کا خونبہا ہمارا خونبہا ہے" عباسیوں نے ذمیوں کی حفاظت کے لئے ایک خاص محکمہ قائم کیا تھا، اسی طرح ہسپانیہ میں ایک ادارہ ان امور کی نگہداشت کے لئے مقرر کیا تھا، یہودیوں کو اسلام کے زیر سایہ جس قدر امن و فراغت کی زندگی نصیب ہوئی، تاریخ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتی؛

خطاب بہ اقوام عالم

اخوت اسلامی کا آئین اور عمل بالکل صاف ہے، اے فرزندانِ آدم! اے باشندگانِ زمین! تم زمین کے کسی گوشے میں رہو، کوئی زبان بولو، کوئی مذہب اور کوئی قومیت اختیار کرو، تم مسلمان ہو یا غیر مسلم، حاکم ہو یا محکوم، دوست ہو یا دشمن، آزاد ہو یا اسیر، معاہد ہو یا ذمی، تم نے دیکھا کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دامنِ اخوت میں تم سب کے لئے مساوات کا مقام ہے، تمام دنیا کے نبیوں اور کتابوں کے لئے احترام ہے، تمام مذاہب کی عبادت گاہوں کے لئے حفاظت ہے، فقیروں اور اسیروں کے لئے ہمدردی ہے، دشمنوں کے لئے محبت ہے، ذمی اور

اور غلام کے لئے برابری کی عزت اور آزادی ہے، اے اقوامِ عالم! محمدؐ عربی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیغام سمجھو، یہی وہ بزمِ محبت ہے جہاں مشرق اور مغرب کی روحیں آپس میں بغلگیر ہوں گی، اور کائنات عالم کی فضائیں اتحاد واخوت کے خوشگوار نغموں سے شاداب اور نہال ہو جائیں گی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی محمد وعلٰی آلہ وبارک وسلم۔

چھوٹے چھوٹے اور قیمتی رسائل

آپ دین کی حقیقت سمجھنے کے لئے حسب ذیل کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ یہ کتابیں بہت مختصر ہیں اور بہت ہی ضروری اور کار آمد ہیں۔

۱۔ **اسوۂ ابراہیم**۔ اس رسالہ میں قرآن پاک کی روشنی میں اسلام کی فطرت اور حقیقت اور مقام ابراہیم کی تشریح کی گئی ہے۔

۲۔ **بیت المال**۔ اس میں مسئلہ زکوٰۃ اور نظام اسلام پر بحث کی گئی ہے۔ بہت ہی ضروری رسالہ ہے۔

۳۔ **شہید کربلا**۔ اس میں صحیح ترین تاریخوں سے حضرت امام حسینؑ کے واقعات شہادت کی پوری پوری تفصیل اور فلسفہ شہادت بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ **زندگی کا پہلا قدم**۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ جب مسلمان زندہ ہونگے تو وہ سب سے پہلے کیا کام کریں گے۔

۵۔ **پیغمبر اسلام**۔ یہ سنہ ۱۹۲۹ء کی مشہور تقریر سیرت ہے جو ۱۴ زبانوں میں چھپی تھی اور ابھی تک اس کے اردو، انگریزی، ہندی، گجراتی اور تامل تراجم موجود ہیں۔

۶۔ **ہادی عالم**۔ یہ سنہ ۱۹۳۰ء کی تقریر سیرت ہے ۱۶ زبانوں میں چھپی تھی۔ ابھی تک اس کے اردو، انگریزی، ہندی، گورمکھی تراجم موجود ہیں۔ گورمکھی اور ہندی تراجم ہندوؤں اور سکھوں میں مفت تقسیم کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔

۷۔ **تاجدار اخوت**۔ یہ سنہ ۱۹۳۱ء کی تقریر سیرت ہے۔ لارڈ ہیڈلے فاروق نے خاص طور پر غیر مسلموں کے لئے لکھی گئی ہے۔ قیمت ۵ روپیہ فی ہزار یا ایک روپیہ کی ۲ کتب۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

نوٹ:۔ جتنی کتابیں چاہئیں۔ اتنے ہی آنے کے ٹکٹ بھیجئے۔

منیجر اخبار ایمان۔ پٹی ضلع لاہور

"ایمان"

بانی:- سید کشفی شاہ نظامی　　ایڈیٹر:- قاضی عبدالمجید قرشی

مقام اشاعت پٹی ضلع لاہور

یہ ملک کا بہترین ہفتہ روزہ رسالہ ہے

تنظیم کا حامی۔ تحریک یوم النبی کا علمبردار۔ اصلاح النسوان کا سفیر۔ علوم قرآن کا مبلغ

مذہبی جھگڑوں سے پاک۔ سیاسی قباحتوں سے پاک۔ تاجرانہ اشتہاروں سے پاک

مضامین بلند اور خوبصورت۔ کاغذ نفیس۔ لکھائی اور چھپائی دلفریب

اسکے مقبول، مدلل اور ایمان افروز مضامین نے ملک بھر میں بہت بڑی شہرت پیدا کر لی ہے

یہ فیصلہ ہے۔ کہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کو اس سے بہتر اور جامع اخبار کہیں نہیں مل سکتا

ہندوستان کا کوئی فرزند توحید ایمان کی دولت سے محروم نہ رہے

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

خلافت، بادشاہی، علم اشیا کی جہانگیری، یہ سب کیا ہیں، فقط اک نقطۂ ایمان کی تفسیریں

قیمت سالانہ تین روپیہ

قاضی عبدالمجید پبلشر نے حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام (شیخ) حسن الدین پرنٹر چھپوا کر پٹی ضلع لاہور سے شائع کیا